ایک تھا شاہزادہ

سیدہ س بخاری☆

میں دو ماہ سے ایک کہانی لکھنے کی کوشش میں ہوں۔

یہ کہانی بنو ہاشم کے ایک شاہزادے کی ہے۔ جو ناکشودہ منزلوں کا کھوجی، فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والی لازوال روشنی کے مسکن کا عاشق وفریفتہ دارِ بنی ہاشم سے نکلا اور سرزمین عرب جا پہنچا۔ حرمین کے قرب کا خواہاں، عرب وعجم میں حائل اجنبیت کو دور کرنے کا متمنی، تعصب سے دور، امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کے لیے مضطرب و بے چین، ام القریٰ میں اپنے افکار کی روشنی بکھیرتا، اپنے علم سے دماغوں کو منور اور دلوں میں سوز وگداز پیدا کرتا، میدان عمل میں آنے اور کچھ کر گزرنے کی دعوت دیتا، اپنے حسن اخلاق وپختگی کردار سے عربوں کو گرویدہ بناتا، ادا دار نبوت سے ادافہموں کی نسبت کی بھیک مانگتا، خلد بریں کا مسافر جنت المعلیٰ میں ماں کے قدموں میں جا سویا۔ مجھے ہر بار یوں لگتا ہے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ یہ کہانی دلدوز بھی ہے اور دلسوز بھی۔ لکھنے لگوں تو آنکھوں میں دھند پھیلنے لگتی ہے اور قلم رک رک جاتا ہے۔ لیکن دل حزین ومضطر ہے کہ چین نہیں لینے دیتا۔ اسی کے تقاضے سے مجبور بیٹھی سوچ رہی ہوں کہ کاش ان آنسوؤں کا کوئی رنگ ہوتا اور میں انھیں اپنے قلم کی روشنائی بناتی تو شاید اس کہانی کا کچھ حق ادا ہوتا۔

میں اس کے بارے میں کیسے لکھوں جو قلم کی حرمت سے آشنا، نثر کا بادشاہ تھا۔ میں اس کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں جسے صبا کے لہجے میں حرف دلنشیں کہنے کا ہنر خدا نے ودیعت کیا تھا۔ جو اپنے مخاطب کو لاجواب اور علم وادب کی بڑی قد آور شخصیات کو انگشت بدنداں کر دیتا تھا۔ جس کی آنکھوں کی چمک، مخصوص مسکراہٹ، پیشانی کے بل، پروقار و پراعتماد اندازِ گفتگو، مطالعے کی وسعت، دلائل اور حوالوں کا استحضار موافق کو گرویدہ وشیدائی اور مخالف کو پگھلا دیتا۔ جسے دوستی کی سب ادائیں یاد تھیں تو دشمنی میں بھی ادا نرالی تھی کہ اس کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ وہ سبھا ساجن پریمی تھا۔

میرا جی چاہتا ہے کہ اُس کا مرثیہ لکھوں تو یوں لگتا ہے کہ فیضؔ مجھ سے پہلے یہ کام کر چکا ہے۔

مجھ کو شکوہ ہے مرے بھائی کہ تم جاتے ہوئے　　لے گئے ساتھ مری عمرِ گزشتہ کی کتاب
اس میں تو میری بہت قیمتی تصویریں تھیں　　اس میں بچپن تھا مرا، اور مرا عہدِ شباب
اس کے بدلے مجھے تم دے گئے جاتے جاتے　　اپنے غم کا یہ دمکتا ہوا خوں رنگ گلاب
آخری بار ہے، لو مان لو اک یہ بھی سوال　　آج تک تم سے میں لوٹا نہیں مایوسِ جواب
آ کے لے جاؤ تم اپنا یہ دمکتا ہوا پھول　　مجھ کو لوٹا دو مری عمرِ گزشتہ کی کتاب

میں نے جب بھی سوچا کہ کیا کہوں وہ کیسا تھا اور کیا تھا تو ایک مصرعہ میں مجھے اس کی پوری زندگی نظر آئی

جواں بخت وجواں طالع جواں باد

☆ ہمشیر سید ذوالکفل بخاریؒ

ہاں میرے بھائی تم جواں بخت بھی تھے اور جواں طالع بھی اور جواں باد ایسے کہ تمھاری دوپہر کی دھوپ سی اجلی جوانی جسے حرمین کے قرب نے اور بھی اُجال دیا تھا اللہ کو ایسی پسند آئی کہ کہولت اور ضعیفی کو تمہارے قریب بھی نہ آنے دیا۔ یہ جواں بختی ہی تو ہے کہ ماہ صیام و ماہ قرآن میں تم عالم ہست و بود میں آئے۔ والد گرامی کی خواہش پر ذوالکفل سے موسوم ہوئے اور پھر اس نام کے اثرات تمہاری زندگی میں مرتب ہوتے گئے۔ تم نجیب الطرفین بھی تھے اور حسب و نسب میں ممتاز بھی۔ حسینی غیرت کی جھلک بھی تھے اور حسنی حلم و تدبر سے مالا مال بھی۔ والدین ایسے ملے جنھوں نے رزق حلال کھلایا اور صدق مقال، دین و ایمان کی حفاظت اس کی خاطر مصائب و مشکلات میں ثابت قدمی، غیرت وحمیت، استغناء و خودداری کا سبق پڑھایا۔ حرم امیر شریعت سیدہ ام العطاؒ اور بقول تمھارے ''وقت کی ولیہ'' کی گود اور بے پناہ محبت نصیب ہوئی۔ اپنے وقت کے امام تاریخ و نسب سید ابو معاویہ ابوذر بخاری علیہ الرحمۃ نے کم عمری میں علامہ کا لقب دیا اور تم ان کی خاص شفقت و محبت اور توجہ کا مرکز ٹھہرے۔ منفرد انداز بیاں اور منفرد شخصیت کے مالک خال مکرم سید عطاء المحسن بخاریؒ اپنی نظم و نثر میں تمھارا مشورہ اور رائے معتبر مانتے۔ ننھیال و ددھیال میں ہر دلعزیز تھے۔ ہر ایک نے تمھیں چاہا اور تم پر اپنی محبت نچھاور کی کہ تم اسی قابل تھے۔ تمھارا کردار ایسے موتیوں کی ایک مالا ہے جس کا ہر موتی بڑا آبدار ہے۔ تمھارے چاہنے والوں اور تم سے پیار کرنے والوں نے تمھارے بارے میں بہت کچھ لکھا اور تمھیں خراج تحسین ادا کیا۔ لیکن تمھاری خلوت و جلوت کی بہت سی ادائیں زندگی کے شب و روز تمھارے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے بہت سے گوشے و مناظر اور تصویریں جو میرے حافظے کی لوح پر نقش ہیں اور میری اشک بار آنکھیں جن کا طواف کرتی ہیں جی چاہتا ہے کہ تم سے محبت کرنے والوں کو اس میں شریک کروں اور انھیں قطرے سے گہر بننے تک کی داستاں کا لمحہ لمحہ سناؤں۔

بچپن ایسا معصوم کہ معصومیت کو بھی اس پر پیار آئے۔ نہ کوئی ضد نہ ایسی خواہش جو پوری نہ ہو سکے۔ گھر کے ساتھ پرائمری سکول کے باہر آدھی چھٹی کے وقت بکنے والی بیسن کی نمکین پھلکیاں اور جاپانی پھل تمھاری پسند تھے جس کے لیے تمھیں امی سے صرف چار آنے درکار ہوتے۔ گھر پکنے والے کھانوں میں چنے کی دال اور ابلے چاول تمھاری مرغوب غذا تھے۔ خیالات کی شعروں کی صورت میں اظہار کی کوشش یا پھر اکیلے ہی کتنی کتنی دیر خود کلامی کرتے رہنا، یوں...... جیسے کوئی مقرر تقریر کر رہا ہو یہ ایسی باتیں تھی جو تمھیں دوسرے بچوں میں منفرد کرتی تھیں۔ لڑکپن بھی ایسا ہی بے ضرر اور ہم سنوں سے بہت مختلف اور جدا۔ نہ سیر و تفریح کا شوقین اور نہ ہی کھیل کا رسیا۔ ہاں..... دوستوں کی دیکھا دیکھی یا ان کے اصرار پر کچھ عرصہ کرکٹ کھیلی لیکن پھر ایک دم یوں چھوڑی جیسے کسی چیز کے غلط انتخاب پر انسان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک شوق اور ایک چیز ایسی تھی جو تم سے تیسری جماعت سے لے کر اپنے ابدی سفر سے پہلے تک نہ چھوٹی۔ وہ تھی کتاب اور مطالعہ۔ اس شوق کو مہمیز کرنے اور اوّل اوّل اس کی تسکین کرنے والے والد بزرگوار ہیں۔ تمھاری ذہن سازی اور ماحول کی کثافتوں سے بچانے کے لیے ان کی تربیت کا یہ ایک طریقہ تھا۔ مہینے کے ابتدائی دنوں میں تمھیں ابا جی کی اوکاڑہ سے آمد کا شدت سے انتظار ہوتا، کیونکہ وہ آتے ہوئے تمھارے لیے چار رسالے ہونہار، تعلیم و تربیت، جگنو، نونہال اور اس کے علاوہ فیروز سنز کی دیگر کتب ضرور لاتے اور پھر تم جامعہ خیر المدارس کے احاطے میں اپنے کچے اور پرسکون گھر کی چھوٹی سے بیٹھک میں پلنگ کی ٹیک سے کمر ٹکائے دنیا و ما فیہا سے بے خبر ان کے مطالعے میں مگن ہو جاتے۔ رات کو گھر والوں کے اصرار پر سونے اور صبح سکول جا کر واپس آنے کے بعد ایک دو دن تک تمھاری یہی کیفیت رہتی جب تک ان سب کا مطالعہ نہ کر لیتے۔ بچوں کے لیے لکھی گئی صوفی تبسّم اور خالد بزمی کی نظمیں اور قوالیاں مزے لے لے کر پڑھتے۔ ساغر صدیقی اور اقبال تمھارے پسندیدہ شاعر تھے۔ اس عمر میں جب بچوں کو

اقبال اور اس کی کتابوں کے نام بمشکل آتے ہیں تم امی سے اس کی نظموں کو سمجھتے پڑھتے اور کبھی ترنگ میں آکر ریکارڈ کرواتے سامعین میں ہم بہنیں یا اکثر میں ہوتی۔ اقبال کی مشہور نظم ''میں اور تو'' آج بھی تمھاری آواز میں میرے پاس محفوظ ہے۔ گھر میں ہر فرد کی آنکھ کا تارا ہونے کے باوجود تم نے کبھی کسی سے بدتمیزی نہیں کی اونچی آواز سے نہیں بولے ہماری آپس میں کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ تم چھڑی گھما رہے تھے وہ اچانک معمولی سے میری ٹانگ کو لگ گئی میں نے دانستہ رونے والی شکل بنائی تو تم ایک دم پریشان ہوگئے اور وضاحت کی کہ میرا مارنے کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔

پتہ نہیں کیوں اپنی کم علمی، کم فہمی اور بے بضاعتی کے احساس کے باوجود میں نے جب بھی تمھاری مماثلت ومشابہت کسی سے تلاش کی تو دو شخصیات ہی سامنے آئیں۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اور امام تاریخ ونسب سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ۔ تم وہ نہ سہی لیکن ان کا پرتو اور جھلک ضرور تھے۔ جس عمر میں اکثر چھوٹے بڑوں کے پاس بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں، تم بڑوں کی صحبت میں رہنے کی کوشش کرتے، جب بھی موقع ملتا جامعہ خیر المدارس کے دفتر میں جا بیٹھتے۔ وہاں پر موجود مولانا اصغر صاحبؒ اور مولانا محمد سخیؒ صاحب سے اچھی گپ شپ رہتی بلکہ ان سے لطائف اور چٹکلوں کا تبادلہ بھی ہوتا جو تم گھر آکر سناتے۔ کبھی کبھار شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کشمیریؒ کی مجلس میں بھی جا بیٹھتے اور استفادہ کرتے۔ تم ہائی اسکول گئے تو وہاں بھی اساتذہ کو خوش اور متاثر کیا۔ تم نے دسویں جماعت کی الوداعی تقریب میں جب تقریر کی تو تمھارے انگریزی کے استاد صاحب نے گلوگیر لہجے میں کہا تھا کہ شاید میں اپنے نومولود بیٹے کی وفات پر اتنا افسردہ نہیں ہوا جتنا آج اس نے کردیا ہے۔ نوجوانی اور کالج لڑکوں کی زندگی میں بہت خطرناک موڑ ہے لیکن تم یہ موڑ بھی بڑی کامیابی وکامرانی سے کاٹ گئے کبھی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہ ہوئے جو تمھارے لیے یا گھر والوں کے لیے خفت کا باعث ہو۔ البتہ تمھاری علمی وادبی سرگرمیاں عروج پر پہنچیں۔ دوستوں کا حلقہ وسیع ہوا، جن میں ہم عمر بھی تھے اور عمر سے بڑے بھی، زاہد و پارسا بھی تھے اور رند و بادہ خوار بھی۔ لیکن تمھارا دامن شباب یہاں بھی تر نہ ہوا۔ تمھارا مطالعہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور کمرہ کتابوں سے بھر گیا حتیٰ کہ تمھاری چارپائی کے آدھے حصے میں کتابوں کا ایک ڈھیر اور آدھے میں تم سوتے۔ تمھارے بچھونے کی تبدیلی اور کمرے کے صفائی ایک مشکل مرحلہ ہوتی۔ میں کہتی ''منے مجھے اتنا بتادو کہ میں اس ڈھیر کے نیچے سے چادر کیسے نکالوں؟ اور کمرے کی حالت کیسے درست کروں؟'' تو تم اپنے مخصوص انداز میں مسکرادیتے یا کبھی ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہتے کسی مشقت کی ضرورت نہیں ایسے ہی رہنے دو۔ تم ادبی وتعلیمی میدان میں آگے بڑھتے گئے اور پھر ایک دن بغیر کسی سفارش کے لیکچرار بن گئے۔ مزید کئی ڈگریاں حاصل کرنے کے باوجود تمھاری سادگی، مستقل مزاجی اور فرض شناسی میں قطعی فرق نہ آیا۔ گھر کے وہ کام جو ایک عرصے سے تمھارے ذمے تھے، صبح دودھ اور ناشتے کا سامان، جمعہ والے دن جمعہ بازار سے سبزی لانا، گندم پسوانا، مہینے بھر کا راشن ہر بیمار کی تیمارداری کرنا اور اپنے انتہائی قریبی ومہربان دوست ڈاکٹر عبدالرب نیاز صاحب سے دوا لا کر دینا..... بڑی خوش اسلوبی سے کرتے رہے۔

پھر ایک دن تمھیں روحانی و باطنی ترقی کا خیال آیا اور تم خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب (متع اللہ المسلمین بفیوضہ الدائمہ) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے، نہ صرف شامل ہوئے بلکہ وہاں بھی معتبر ٹھہرے۔ حدِّ ادب کا حد درجہ خیال رکھتے ہوئے، تمھاری گفتگو بذلہ سنجی، ادبی چٹکلے نہ صرف مرشد کو متبسم کردیتے بلکہ ان کی نگاہِ شفقت ورأفت تم پر مرتکز ہوجاتی اور برس ہا برس کے حاضر باش رشک کرتے۔ روحانیت کی اس شاہراہ پر تم بڑی کامیابی سے چلے لیکن اخفاء واحتیاط کے ساتھ۔ نماز کی پابندی، انداز کی تبدیلی، قرآن پاک کی تلاوت خانقاہ کے معمولات کا ورد تمھارے نامۂ عمل کو بھرنے لگے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ میں نماز فجر کے بعد تمھارے کمرے میں کسی کام کے لیے جاتی اور تم تفسیر عثمانی کے مطالعہ میں مشغول ہوتے۔

بالخصوص رمضان میں۔

تم نے ہمیں ایک سوچ اور ذوق دیا بہت سی باتوں کا شعور اور آگہی تمھاری ذات سے حاصل ہوئی۔ تم قدرت کا ایک ایسا انمول عطیہ تھے کہ جس سے جو جب چاہتا اور جیسا چاہتا استفادہ کرتا۔ ہر موضوع پر تمہاری گفتگو مدلل و مفصل اور تسلی بخش ہوتی تشنگی باقی نہ رہتی۔ تم دوست دار بھی تھے اور دوست نواز بھی۔ دامے درمے سخنے ہر ممکن طریقے سے تم دوستوں کی مدد کرتے اور میں اگر یہ کہوں کہ کتاب اور مطالعے کے بعد دوسرا بڑا شوق دوستی نبھانا تھا تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ تمھارا دسترخوان ان کے لیے وسیع تھا۔ دو تین ماہ گزرنے کے بعد تم کسی بھی ہفتے کی شام کو آہستہ سے کہتے ''صبح کچھ دوستوں کا ناشتہ ہے'' اور میں ہنس کے کہتی تم اپنی سہولت دیکھتے ہو کیونکہ صبح اتوار کی چھٹی ہے مجھے تو مدرسے جانا ہے۔ اس کا جواب تمھارا مخصوص قہقہہ ہوتا اور پھر کچھ دوستوں کے لیے جو ناشتہ بنتا وہ اگلے دو دن ہمارا توشہ ہوتا۔ میں کہتی منے تمھارا بس نہیں چلتا کہ تم دوستوں کو زبردستی ٹھونس ٹھونس کر کھلاؤ۔

پھر ایک دن تمھاری خواہش پوری ہوئی اور تم ہمیں جہاں بھر کی اداسیاں دے کر ڈیپوٹیشن پر اپنے صاحبِ بصیرت مرشد کی اجازت سے سعودی عرب چلے گئے۔ وہاں تمھارا قیام تبوک کے ایک نواحی قصبہ املج میں تھا۔ پھر ہم سال میں تین عیدیں منانے لگے۔ تیسری وہ جب تم چھٹی پر آتے۔ تم نے وہاں بھی وضع داری، محبت اور ملنساری کے بل بوتے پر ہر ایک کو اپنا والہ وشیدا بنا لیا۔ لیکن تمھاری تشنگی باقی تھی کیونکہ یہاں تمھارے ذوق کی تسکین اور قابلیت وصلاحیت کے مطابق کام نہ تھا اور پھر حرمین کے ملک میں رہ کر ان سے دوری بھی۔ تم کوشش میں لگے رہے اور ہم سب دعا میں۔ بالآخر تم ام القریٰ پہنچ گئے۔ تمہاری خوشی کی اور اطمینان کی انتہاء نہ تھی۔ شاید زندگی میں کسی اور موقع پر اتنے خوش نہ ہوئے ہو۔ ہمیں بھی تمھاری خوشی ہی عزیز تھی۔ پتہ نہیں کیوں یوں لگتا تھا جیسے اب فاصلے ختم ہو گئے ہوں اور تم بہت قریب آ گئے ہو۔ لیکن یہ قرب لامحدود فاصلوں میں بدلنے والا تھا۔ جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی تھی اور ہم اس سے غافل و بے خبر۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ میں نے تمھارے لیے جتنی بھی دعائیں مانگیں شاید ہی کوئی ایسی ہو جو قبول نہ ہوئی۔ ہاں..... ایک دعا، ایک فریاد، اور فغاں جو قبول واجابت نہ پا سکی اس لیے کہ وہ اس وقت دراجابت تک پہنچی جب ابا جی کا ذوالکفل، امی کا منا، بہنوں کا لاڈلا اور پیارا بھائی، بھائی جان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر چلنے والا یار، وفا شعار وخدمت گزار بیوی کا بخاری صاحب، من موہنے اور معصوم بچوں کا بابا جان، دوستوں کا نرالا اور انوکھا دوست دار الفناء سے دار البقاء کا رخ کر چکا تھا۔ اتنی جلدی؟ جس نے سنا دم بخود رہ گیا۔ شاداں وفرحاں تمھاری آمد کے منتظر پل بھر میں غم ویاس کی تصویر بن گئے۔ ایک قیامت تھی جو ٹوٹ پڑی۔ بوڑھے ناتواں والدین اور بھی بوڑھے ہو گئے۔ بھائی بہنوں کی ہمت جواب دے گئی۔ عزیز واقارب، دوست احباب دل گرفتہ چلے آئے۔ کون تھا جو تمھاری جدائی میں رویا نہ ہو۔ برس ہا برس کے بچھڑے بے قرار ومضطرب ہو کر آئے۔ یوں...... جیسے وہ دلاسہ دینے نہیں لینے آئے ہوں۔ شیخ سعدی نے تمھی جیسے لوگوں کو ہی تو مخاطب کیا ہے

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

پتہ نہیں تمھارے نامۂ عمل کا کونسا عمل مقبول ہوا تھا؟ اور مناجات کی کون سی گھڑی دراجابت پار کر گئی تھی؟ یا پھر

شہزادے! تم نے کسی محل کا خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کا وقت آ چکا تھا۔ تم نے ادا دارِ نبوّت سے، اپنے مولا سچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھیک مانگی تھی اس سے تمھاری جھولی بھر دی گئی کہ اس در سے کوئی خالی نہیں لوٹا۔ تم جاتے جاتے توحید و رسالت کی گواہی کا اقرار کر کے شرطی کو اس کا گواہ بنا گئے اور قرآن کی یہ آیت **یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ** اپنی صداقت کو منوا رہی تھی۔ تمھیں سفرِ آخرت پر روانہ کرنے کی تیاری ہونے لگی، ہر شخص حیران تھا کہ خود بخود ہر کام ہوتا چلا جاتا تھا۔ پھر رات کے آخری پہر تمہیں مسلمانوں کے مرکز و محورِ حرم کعبہ لایا گیا۔ دنیا کے ہر گوشے سے آنے والے لاکھوں مسلمانوں نے تمھاری نماز جنازہ ادا کی اور تمھیں شاہ دو جہاں کی ملکہ کے مدفن کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ ایسی جگہ جس پر ساری دنیا کے محلات قربان، یہ بخت کی فیروزی اور طالع کی ارجمندی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم غم و اندوہ اور حزن و ملال کے جس بحرِ بے کراں میں کھڑے ہیں، وہ بے کراں ہی نہیں بے کنار بھی ہے۔ تم جاتے ہوئے ہمارے لیے صبر و عزیمت کا جو راستہ چھوڑ گئے ہو، ہم سب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے، ہمت و استقامت کے ساتھ اس پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تمھارے معصوم بچوں کی باتیں ہمارے قدم ڈگمگا دیتی ہیں۔ کاش تم ان کے سوال اور ان کی باتیں سنتے!.... وہ پوچھتے ہیں کہ بابا نے سفر پر جانے کی دعا نہیں پڑھی تھی؟ عطاء المنعم کہتا ہے کہ میں قیامت کا انتظار کر رہا ہوں، مجھے بتائیں وہ کب آئے گی؟ کیونکہ میں نے بابا سے ملنا ہے۔ عطاء المکرّم کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم بابا سے صرف فون پر ہی رات کو بات کر لیں؟ وہ کھانا کھاتے کھاتے رک جاتا ہے بابا یاد آتے ہیں تو یہ کھایا نہیں جاتا۔ ہم پاکستان کیوں آ گئے ہیں؟ یہاں حرم کی ٹھنڈک نہیں۔ یوں لگتا ہے کہ تم جاتے ہوئے اپنے ساتھ خوشیوں کے سارے رنگ زندگی کی رونقیں اور جینے کی امنگ بھی لے گئے ہو۔ تمھارے بغیر ہمارا تو یہ حال ہے:

اے چراغِ نظر تیرگی چھا گئی، اے عروسِ سحر روشنی مر گئی
جذبۂ عظمتِ کارواں مٹ گیا، روحِ بیداری و آگہی مر گئی
آرزو اب کہاں جستجو اب کہاں روشنی اب کہاں زندگی اب کہاں
آرزو کی قسم آرزو مٹ گئی، زندگی کی قسم زندگی مٹ گئی

مجھے یقین ہے کہ جب تمھارے دوستوں نے تمھیں مرقد میں سلایا ہوگا تم پر مٹی برابر کی ہوگی اور رب العالمین کی طرف سے مبشر بشیر آئے ہوں گے، سوال و جواب کی کامیابی کے بعد ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تمھیں کہا گیا ہوگا **نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ حتیٰ یبعثہ اللہ من مضجعہ** اور اب تم میدانِ حشر میں ادا فہموں اور ادا نثاروں کی معیت میں اٹھو گے یہ سب کچھ یہ سارا اعزاز من جانب اللہ ہے یہ اسی کا کمال ہے جو تمام کمالات کا خالق ہے۔

ع　تری لحد پر خدا کی رحمت تری لحد کو سلام پہنچے